



بین المذاہب ہم آہنگی منزل کی سمت پہلا قدم

ہند تزاد امریکی ماهر عمرانیات **ایبو پٹلیل** مختلف مذاہب سے
وابستہ نوجوان نسل سے بڑی توقعات وابستہ رکھتے ہیں۔ وہ ان
کے اشتراک سے ایک ایسے باہمی رشتہ کی تنظیم کریں گے جو
عوامی خدمات کو اپنا شعار بنائے گا۔

شکاگو ایلی نوا

بلیں ڈالر سے بھی زائد ہوتی ہے، ان خدمات کی تذكرة کے۔
ایپی ٹیل کو صدر اور بامکے ذریعہ تکمیل شدہ وہ اس کو نسل
آن فیجھ میڈ اینڈ نیچر ہو پارائزر پر کی رکنیت سے نوازا گیا ہے۔
اس کو نسل کے ذریعہ میں المذاہب تعاون کے سلسلے میں ایک
ناساک فوس کے قیام کی کوشش مذہبی نظر ہے۔ ٹیل کہتے ہیں کہ
”ہر چند کہ ہمارا کام ابھی ابتدائی مرحلے میں ہے، لیکن یا اس
بات کا ثبوت ہے کہ اس ملک کی بہتری کے لئے عقیدوں سے
وابستہ لوگوں کی جانب سے ہونے والی کوششوں کو قبول کیا گیا
ہے اور اسے اعتبار حاصل ہوا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ جب
میں اس کو نسل سے اپنی معیاد کار کر دی ختم کر کے پاہر نکلوں گا تو
میرے اس احساس کو مزید پختگی ملے گی کہ اگر عقیدوں سے
وابستہ لوگ ساتھیں کر بہتری کے لئے کام کریں تو اس میں زیادہ
کام اس احصار میں ہو گا۔“

ان کی فکر کی تفریح و تعبیر کرنے والی ان کی کتاب "ایمیں آف فیٹھ" ۲۰۰۷ء میں شائع ہو کر منتظر عام پر آئی ہے صاحب ایمان فکر و نظر نے کافی پسند کیا ہے۔ یہ کتاب دراصل ان کی اپنی زندگی کے سفر اور وہن کی داستان ہے جس نے مذہبی تکشیریت کی تکمیل میں ان کے میں المذاہب فوجانوں کی تحریک کے خاتمے میں رنگ بھرنے کا کام کیا ہے۔ پہلی کتبتے ہیں کہ "مذہبی تکشیریت تین امور پر مشتمل ہے۔ اول، ہر شخص کے مذہبی تشخیص کا احترام ہوتا چاہئے علاوہ بریں ان لوگوں کے تصورات اور عقیدوں کا بھی جو سکول ہو منسٹ یا ملک ہیں اور جو ایمان نہیں رکھتے۔ دوم، مختلف مذہبی عقائد کرنے والے لوگوں کے درمیان باہمی خونگوار رابطے ہوں ہے باہمی اعتبار حاصل ہو۔ اور سوم، مذہبی تکشیریت کا عملی قدم مشرک بہتر کے لئے مشترک طور پر ہی اٹھنا چاہئے۔ یہ تھیک نہیں ہے کہ چونکہ آپ مختلف روایتوں سے وابستہ ہیں اس لئے آپ کے عملی اقدامات بھی مختلف نوع

یوقہ سروس
گذشت دنوں اندر فتح یوتح کور اور یو ایس ڈپارٹمنٹ آف
شیئٹ کی مشترک کوششوں سے منعطفہ پروگراموں میں شرکت
کی غرض سے ایپوپل ہندوستان آئے ہوئے تھے۔ اجین سے
جنی ملاقات کے دوران انہوں نے کہا کہ "علمی سلط پر پائی
لائے والی نہیں منافت کے اس دور میں آئنڈیل ازم یعنی
یونیٹ ایک نئی ٹکٹل میں جلوہ افرزوہ ہے جسے آپ میں المذہب
جو انوں کا اشتراک کہہ سکتے ہیں۔" پہلی کتبیں کہ اس کے لئے ایک
امانوں میں ایسی خبریں آپ کی نظر سے گزیریں گی کہ
بادت کے دوران جب الہامی آوازیں بلند تھیں تو جوانوں
نے ایک دوسرے کو قتل کیا۔ لیکن اس مظہر نامے کے باوجود یہ
میں ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے بہت سارے حصوں میں مختلف
بینی عقیدوں سے وابستہ نوجوان ایک دوسرے کے قریب
رہے ہیں اور خدمت انسانی کے جذبے کے تحت خود کو مجتن کر
کے ہیں۔ "ان کے خیال میں یہ لوگ ہیں جو نہ ہب کے
رے میں زہار لود روزیوں کو تبدیل کرنے کی کوششوں میں
صرف ہیں اور اور ایک ایسے مقام کی تحریر کا وہ امریکی خواب
یکھ رہے ہیں جہاں کسی ایک فرد کی آزادی ہر فرد کی آزادی کا
ستخارہ ہوگی۔ اور ان کا یہ احساس ہے کہ یہ نہایت مناسب
وقع ہے اس معیار مطلوب یعنی اس آدشت کو حاصل کرنے کا۔
مدد بارک او بمانے امریکیوں سے کہا ہے کہ وہ عوامی خدمت
کے جذبے سے آگے بڑھیں اور کیوں نہیں سروس کے کاموں میں
بلے سے زیادہ پہنچیں اور صدر کے چاہنے والوں میں
یہ تعداد ان نوجوانوں کی ہی ہے۔ واشنن ڈی سی کے کار پوریشن
ریپبلیک کیوں نہیں سروس کے اہدا و شمار کے مطابق ۲۰۰
۲۱ میلن امریکیوں نے عوامی خدمات کے کاموں میں بڑھ
کر حصہ لیا اور اسے تقریباً ۸۰ میلن گھنٹے جس کی اجرت ۱۵۸

شکاگو ایلی نوائے میں واقع اسٹریٹ ہے جو تجھ کو کے ڈاکٹر ایمپول کے اوائل بیسویں صدی کے مصور نارسن روک ولی کی مشہور زمانہ پینتھنگ 'فریڈم آف ور شپ' آؤزیں ال ہے۔ اس پینتھنگ میں کچھ عورتوں اور مردوں کو مصروف دعا یا حالت عبودیت میں دکھالیا گیا ہے۔ روک ولی نے اس پینتھنگ میں مختلف نسل اور مختلف مذہبی عقائد کے پس مختصر تعلق رکھنے والے لوگوں کو ایک ساتھ قدم سے قدم اور شان سے شانہ ملا کر ایک ہی رخ میں تحریر ہو کر مصروف دعا دکھالیا گیا ہے۔ ایک دوسرے کی موجودگی کا سب کو اس سے لیکن ایک دوسرے کی موجودگی سے نہ کوئی بے چینی محوس کر رہا ہے اور نہ کسی سے کسی کوکوئی دلوشاری ہے۔

۳۲ سالا ایپولٹیل کہتے ہیں کہ اس پینتھنگ کو آپ ایک بہترین استعارہ کہ سکتے ہیں ایسے لوگوں کے اجتماع کا جو مختلف المراج اور مختلف العقائد میں گریکساں ہیں اور بغیر کسی اختلاف کے باہم سکون سے زندگی گزار رہے ہیں۔ پنیل کہتے ہیں کہ یہ وہ صورت حال ہے جسے ہمیں مظہر میں تبدیل کرتا ہے۔ ایپولٹیل ایک ہندو اور مسلمان ہیں اور اپنے والد کے ساتھ ۱۹۷۵ء میں جب وہ شیر خوار تھے امریکہ پلے گئے تھے۔ ان کے نزدیک نارمن روک ولی کی یہ پینتھنگ دراصل امریکہ کے اس آئینہ میں کی عکاسی کرتی ہے جسے آپ ایک دوسرے کو قول کرنے اور بعد جتنی کو اپنے خواب کی تیزیر قرار دینے کی خواہش کہہ سکتے ہیں۔ پنیل کی خواہش اس منزل سے مزید آگے جانے کی ہے جسے وہ "ندہی کلکشیریت" کی اصطلاح سے موسم کرتے ہیں۔ یعنی مختلف مذہبی عقیدوں سے متعلق فوجانوں میں باہمی قدر و مزارات کے جنڈے کو اجاگر کر کے ان کو اس بات کے لئے آمادہ کرنا کہ وہ مل جل کر ایک دوسرے کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

کے لئے انجام دی جی۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اپنی زندگی کے یہاں مہم ماہ صرف دروس و انسانی میں توجہ ان کی اہمیت و معنویت کا احساس بنتا اس وقت موجود ہے شاید اس کی دوسری مثال نہیں ملتی۔ پہلی کہتے ہیں کہ ”شاید یہ واقعی پہلی بین المذاہب نسل ہے۔ ان کا عقائدی پس منظر ان کے صرف اس سوال کا جواب نہیں ملیا کرتا کہ ایک مسلمان ہوتا ان کے لئے کیا حیثیت رکھتا ہے بلکہ اس سوال کا بھی جواب پیش کرتا ہے کہ ایک مسلمان کی حیثیت دانشور ڈیباوی ای بی ڈیپکس نے کہا تھا کہ ”بیویں صدی کی صدی“ اور پیش لوگوں کا خیال رنگ سے جزا ہوا مسئلہ ہو گا۔ اور پیش لوگوں کے لئے کہ یہ رنگ کی تفریق کا لے اور گورے کے درمیان ہو گی۔ لیکن ۲۰ سال پہلے ڈاکٹر مارشن لوٹھ کنگ جونیز آئے اور انہوں نے اس جیٹھے (paradigm) کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔“

پہلی کہتے ہیں کہ مارشن لوٹھ کنگ جونیز نے واحدت کی تفریق کی یہ لکیر کالے اور گورے کے درمیان نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کے درمیان ہے جو ایک بھائی کی حیثیت سے ایک ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور دوسرے وہ جو اپنی یادوؤفی کی وجہ سے ایک ساتھ تباہ ہو جانا چاہتے ہیں۔

ایپو پہل کو پورا وثوق ہے کہ ایکسیں صدی میں موضوع بحث بننے والا سب سے بڑا سوال عقیدے کی اہمیت کا ہو گا۔ ان کے بقول ہمارے لئے پہلا اور سب سے اہم درپیش چیلنج یہ کہ تم لوگوں سے اس حقیقت کو قبول کروائیں کہ ”ذہنی عقیدہ“ مسلم، نصرانی، ہندو، یودھ یا سائیلوریت کے درمیان وجہ تفریق نہیں ہے۔ بلکہ ”ذہنی عقائد تو ”ذہنی مطلق العنانی اور ”ذہنی تکشیریت کے درمیان فرق پیدا کرتے ہیں۔ ”ذہنی مطلق العنانی ایک ایسا معاشرہ چاہتی ہے جہاں اس سے وابستہ لوگوں کی حکمرانی ہو اور بقیہ لوگ کا دم گھونٹ دیا جائے جبکہ

یہ یودھی یا ”ذہنی“ سکھب بنتے ہیں، میں ان کی کیا معنویت ہے۔“ ایک ”ذہنی“ بحث کرنے سے کہیں آسان ہو گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس بھسے پہلی اپنے اس جذبے کو اپنی نافی کے نام معنوں کرتے ہیں جن سے وہ بہت متأثر نظر آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ”ذہنی“ رنگ اور ”ذہنی“ سطح پر بہت جگہ اور کیفیت معاشرے میں ہیں زندگی گزارتے ہیں۔

پہلی کہتے ہیں کہ ”ہم“ میں سے جو لوگ عقیدے پر ایقان رکھتے ہیں ان کے سامنے سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ وہ اپنے تکشیری وہن نافی نے اس کام کے لئے میری بہت تی بہت ایسا آیا تھا تو میری اپنے بھائی سے اپنا یہ خیال پیش کرتے ہیں کہ بغیر انہوں نے اپنی اس ۳۵ سالہ خدمت خلق کے کاموں کی رواداد کے ساتھ گھرے ہو کر اپنے تجربات بیان کریں تاکہ جو شدت پسند سنائی جو بلاخانہ اسلامک و ملت انہوں نے خواتین کی فلاں و بہادر مذہن تکشیریت کے دنیا میں اُن و امان ممکن نہیں ہے اور اس

کے ہوں۔ اقدامات تو مشترکی ہو گئے۔“ امریکہ جیسے جدید معاشرے میں کیا یہ خیال قابل قبول ہو گا؟ ان کے خیال میں پیشتر امریکی ”ذہنی“ تکشیریت کے اس تصور سے متعلق ہیں اور اس کی اہمیت کا اقرار کرتے ہیں بلکہ وہ تو اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ لوگ اب عمومی طور پر تکشیریت کی طرف مائل ہیں۔ ان کے خیال میں بس کمی ہے تو اس میں کہ لوگ اس کا واضح خاکہ چاہتے ہیں، ”قائدان صلاحیت“ کے مطابق ہیں، انہیں ایک تکشیری دنیا کی تعمیر و تکمیل کے لئے اسہاب و مسائل اور تربیت کی ضرورت ہے۔

کثیر ثقافتی معاشرے میں بین المذاہب مکالہ

پہلی کہتے ہیں کہ ”ہماری تنظیم مختلف را بطور کے تعاون سے امریکہ سے باہر بھی اپنے کام منتظم کر رہی ہے۔ مثال کے طور پر ”گذشتہ کچھ ہمتوں سے“ ہمارے اختر فیض یونیورسٹی کے دو ارکین، اشیت ڈپارٹمنٹ کے تعاون سے منعقد کئے جانے والے پروگراموں میں شرکت کی غرض سے مغربی یورپ کے دورے پر ہیں۔ یہ دونوں ارکان خواتین مسلمان ہیں اور اپنے دیگر مذاہب سے تعلق رکھتے والے ساتھیوں کے ساتھ بہت سرگرم عمل رہتی ہیں۔ یہ دونوں اس وقت مغربی یورپ کے ممالک میں یورپویں اختر فیض ہو جوان قائدین کے تربیتی پروگرام کے انعقاد میں مصروف ہیں۔ اور ان تربیتی پروگراموں کا مقصد صرف یہ کہ یورپ میں اختر فیض یونیورسٹی کو سرگرم عمل کیا جائے۔“ اپو پہل کا خیال ہے کہ ”اس گلوبلائزیشن کے دور میں دنیا سکر کر پہلے سے بہت چھوٹی ہو گئی ہے اور ہم بہت جلد ایک دوسرے تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس وقت دوسرے ”ذہنی“ عقیدوں سے وابستہ اپنے پر دیوبیوں کا اس روم کے ساتھیوں اپنے استادوں اور دوستوں سے مانا۔ ان سے کلام کرنا اور ان سے اپنی دوڑیوں کو دور کرنا پہلے سے کہیں آسان ہو گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس بھسے رنگ اور ”ذہنی“ سطح پر بہت جگہ اور کیفیت معاشرے میں ہیں زندگی اور ”ذہنی“ مکالمہ پہلے سے کہیں زیادہ آسان اور عملی ہو گیا۔

The Story of an American Muslim,
the Struggle for the Soul of a Generation

Eboo Patel



”A beautifully written story of discovery and hope.“

—President Bill Clinton